# وشوا بھارتی یونیورسٹی کے
# فارسی، عربی اور اردو مخطوطات

عبدالوہاب بدر بستوی، سنٹرل لائبریری، وشوا بھارتی یونیورسٹی، شانتی نکیتن

**طوطی نامہ** از ضیاء الدین نخشبی۔ صفحات ۲۰۴، کاتب اور سنِ کتابت کا ذکر نہیں ہے، کتابت نستعلیق، اوراق جراثیم سے محفوظ ہیں۔ بقول مصنف یہ نسخہ کل باون حکایات پر مشتمل تھا۔ لیکن پیش نظر نسخۂ اول، درمیان اور آخر ناقص ہونے کی وجہ سے حسب ذیل صرف بائیس حکایات تک ہے:

> "داستان شب اول تا ہشتم، داستان شب بیست و یکم تا بیست و چہارم، داستان شب سی وسیوم تا چہل و دوم"

پہلی داستان میں عنوان "شب اول" کی قید اور صفحات پر جا بجا ہندسے نہیں جو غالباً کاتب کے سہوِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ نسخہ طوطی نامہ قلمی مسلم یونیورسٹی لائبریری (سبحان اللہ کلیکشن) علی گڈھ، گجرات ودیا سبھا احمد آباد، خدابخش لائبریری پٹنہ، کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدرآباد، گورنمنٹ اورینٹل لائبریری مدراس، نیشنل لائبریری (بوہار کلیکشن) کلکتہ اور کتب خانہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں پایا جاتا ہے۔

طوطے کی نثر کہانیوں کا ایک مجموعہ بزبان سنسکرت "شکاسپ تتی" نام کا تھا جس سے

باون[۵۲] حکایات کا انتخاب کر کے نخشبی نے بسال ۷۳۰ھ (۱۳۲۹ء) فارسی میں ترجمہ کیا اور اپنے عہد کے خلجی حکمراں قطب الدین مبارک شاہ (عہد ۲۱-۱۷۱۶ھ / ۲۱-۱۳۱۷ء) سے معنون کیا۔ یہ فارسی انتخاب بعد کے لوگوں کے لئے اتنا جاذبِ نظر اور دلفریب ثابت ہوا کہ اس کے متعدد خلاصے اور ترجمے کرنے شروع کر دئیے۔ پھر خلاصوں کے ترجمے اور ترجموں سے ترجمے ہونے لگے جن کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اُن کی ایک مختصر تشریح ذیل میں دی جاتی ہے:

**خلاصے:**

۱۔ ابو الفضل علامی (شہید ۱۰۱۱ھ / ۱۶۰۲ء) نے شہنشاہ اکبر کے حکم سے آسان فارسی میں منتقل کیا۔

۲۔ محمد قادری نے سولہویں صدی عیسوی میں ۳۵ حکایتوں کا انتخاب تیار کیا۔

**ترجمے:**

۱۔ بزبان انگریزی، مترجم ایم جیرانس (M. Gerrans) جو لندن سے ۱۷۹۲ء میں طبع ہوا۔

۲۔ بزبان فرانسیسی، (مترجم نا معلوم الاسم)

۳۔ بزبان رُوسی، مترجم اِی برٹیلس (E. Berttles)۔

۴۔ بزبان ترکی[۱]، مترجم شیخ عبداللہ صاری۔ جو ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء) میں بولاق سے اور

---

[۱] اس کا ترجمہ بزبان جرمن جارج روزین (George Rosen) نے کیا جو ۱۸۵۸ء میں لیپزگ (Leipzig) سے شائع ہوا۔ بحوالہ "تاریخ زبان اردو": ص ۱۲۵ (مصنفہ حکیم شمس اللہ قادری مرحوم) لیکن پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ) نے اپنے ایک مضمون میں مترجم کا نام ایل۔ روزین (L. Rosen) اور سال اشاعت ۱۸۸۵ء تحریر کیا ہے (ملاحظہ ہو رسالہ برہان دہلی، نومبر ۱۹۵۱ء: ص ۲۸۸)۔

۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں قسطنطنیہ سے طباعت کی شکل اختیار کی۔

۵۔ بزبان بنگالی، مترجم: بسی۔ منشی

۶۔ ،، دکنی منظوم، ،، غواصی۔ بسال ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء۔

۷۔ ،، ،، ،، ،، نشاطی۔ ،، ۱۰۷۶ھ/۱۶۶۵ء۔

خلاصۂ قادری مرحوم کے ترجمے:

۱۔ انگریزی ترجمہ از گلیڈون (Gladwin) مع متن کلکتہ سے ۱۸۰۰ء اور لندن سے ۱۸۰۱ء میں طبع ہوا۔

۲۔ جرمن ترجمہ از ایکن (IKEN) جو ۱۸۲۲ء میں اسٹٹ گارٹ (Stuttgart) سے شائع ہوا۔ اس ترجمہ پر کوسے گارٹن (Kosegarten) کا بہترین مقدمہ شامل ہے جس میں موصوف نے نخشبی کے حالات زندگی اور ان کی تصانیف سے متعلق مفید معلومات درج کی ہیں۔

۳۔ دکنی اردو میں۔ (مترجم نامعلوم)، یہ ترجمہ ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء میں ہوا۔

۴۔ شمالی اردو میں۔ مترجم حیدر بخش حیدری۔ یہ ترجمہ جان گلکرسٹ (John Gilchrist) کے حکم سے ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء میں کیا گیا اور ڈاکٹر فاربس (Forbes) کے اہتمام سے بمقام لندن ۱۸۲۵ء میں طباعت کی منزل تک پہونچا۔ ترجمہ کا نام "توتا کہانی" رکھا گیا اور اس کے متعدد اڈیشن ہندوستان سے شائع ہوئے۔ اور حیدری کے اس ترجمہ کا ہندی ترجمہ بھی "شوک بہتری" کے نام سے ۱۸۸۶ء میں ہو چکا ہے۔ لیکن افسوس ہے مترجم کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔

شیخ نخشبی کی دیگر تصانیف:

۱۔ سلک السلوک (تصوف)۔ اس کا اردو ترجمہ مفتی سجاد حسین انجم نے "موتیوں کی لڑی"

کے نام سے بمقام رائچور (دکن) ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء میں کیا جو اسی سال وحیدی پریس کلکتہ سے طبع ہوا۔ یہ ترجمہ یہاں وشوا بھارتی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۔ کلیات وجنہیات: اس میں انسانی اعضائی جسمانی سے متعلق بطرز تصوف تشریحات ہیں۔

۳۔ لذات النساء: یہ ایک سنسکرت کتاب "کوک شاستر" کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

۴۔ گلریز: اس میں معصوم شاہ اور نوشابہ کی عشقیہ داستان بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے شائع ہو چکی ہے۔

۵۔ عشرہ مبشرہ۔ (موضوع نام سے ظاہر ہے)

۶۔ شرح دعای سُریانی: حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل شدہ الہامی کتاب "زبور" کی ایک سورۃ کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عربی میں منظوم ترجمہ کیا تھا جسے فارسی نثر میں نخشبی نے ۷۲۸ھ ۱۳۲۷ء میں منتقل کیا۔

۷۔ شرح قصیدہ "فاطلبنی تجدانی": اس قصیدۂ شرحیہ کا ذکر مولانا حکیم سید عبدالحیٔ مرحوم (متوفی ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۳ء) نے اپنی کتاب "نزہۃ الخواطر" جلد دوم صفحہ ۶۳ پر کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ مولانا مرحوم نے اس قصیدہ کے خالق یا کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا۔

نخشبی کے تصنیفی کارناموں اور ان کے متعلقات کے سلسلے میں جن کتب کے پیش نظر مذکورہ فہرست تیار کی گئی ہے، حاشیہ میں اُن کے حوالوں کا ذکر کرنا تکرار سے خالی نہ ہوتا اس لئے ذیل میں دیے جاتے ہیں:

کٹلاگ برٹش میوزیم جلد دوم، کٹلاگ انڈیا آفس لائبریری، کٹلاگ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری، کٹلاگ خدابخش لائبریری، جلد ۸، فہرست کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی، فہرست نسخ قلمی

سبحان اللہ کلیکشن، لغت نامہ دہخدا، نزہتہ الخواطر جلد دوم"، گلکرسٹ اور اس کا عہد" مصنفہ پروفیسر عتیق صدیقی مرحوم، "فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی" مصنفہ نادم سیتا پوری، "تاریخ زبان اردو" مصنفہ حکیم شمس اللہ قادری مرحوم اور رسالہ برہان دہلی نومبر ۱۹۵۱ء

ان حوالہ جات کی بنیاد پر جو مذکورہ فہرست پیش کی گئی ہے اس میں خامیوں کا امکان ہے کیونکہ خود یہ ماخذات بھی ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ احقر نے ممکن حد تک صحیح ترتیب کی کوشش کی ہے۔ اس لئے اگر کوئی غلطی نظر آئے تو اصحاب تحقیق درگذر فرماتے ہوئے اصلاح کی کوشش کریں۔

حیات نخشبی: نام ضیاء الدین، تخلص ضیاء، نخشبی وطنی نسبت۔ نخشب ماوراء النہر کا ایک شہر تھا جسے اہل عرب نسف کہتے تھے لیکن اب موجودہ دور میں اسے "قرشی"[1] کہا جاتا ہے۔ نخشب شہر کے سلسلے میں ایک عجیب و غریب تاریخ ہے۔

آٹھویں صدی عیسوی میں اسی شہر سے مشہور و معروف شخص ابن المقنع (حکیم ابن عطاء) ایک ساحر اور شعبدہ باز کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جس نے اپنی کیمیاوی حکمت کے ذریعہ ایک مصنوعی چاند کی تخلیق کی جو تقریباً دس میل تک کے علاقوں کو روشن کر دیا کرتا تھا۔ یہ چاند روزانہ شام کو نخشب سے چند میل کے فاصلے پر واقع کوہ سیام کے ایک کنوئیں سے برآمد ہوتا اور پھر بوقت صبح اسی کنوئیں میں غروب ہو جاتا۔ لیکن تین ماہ بعد

---

[1] تیرہویں صدی عیسوی میں مغلوں کے حملوں کے بعد شہر نخشب سے تقریباً ۲ فرسخ کے فاصلے پر کیبک خاں نام کے ایک شخص نے اپنے لئے محل بنوایا تھا چونکہ بزبان مغل محل کو قرشی کہا جاتا تھا اس لئے محل کے آس پاس جو آبادی قائم ہوئی اسے بھی قرشی ہی سے موسوم کر دیا گیا اور اسی وقت سے شہر نسف یا نخشب کا نام محو ہو گیا۔ (بحوالہ مسٹر اسٹرینج کی کتاب "جغرافیہ خلافت مشرقی" (اردو) مترجم پروفیسر جمیل الرحمٰن پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ص: ۳۶۷)۔

نظامِ چاند میں کوئی خرابی رونما ہو جانے کی بنا پر روشنی بالکل ختم ہوگئی اور اس طرح ابن المقنع کا یہ شعبدہ ہمیشہ کے لئے ناپید ہو گیا۔ لیکن تاریخ میں شہرت دوام حاصل کر لیا۔ یہ مصنوعی چاند "ماہِ نخشب، ماہِ سیام، چاہِ نخشب اور چاہِ مقنع" کے نام سے متعارف ہے۔ مرزا غالب نے انہی میں سے ایک نام کو بطور تلمیح استعمال کیا ہے:

چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے

خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا

ابن المقنع اور اس کے مصنوعی چاند کے سلسلے "لغت نامہ دہخدا" کی تشریح قابل ملاحظہ ہے:

"ماہی کہ حکیم بن عطا بہ سحر و شعبدہ از سیماب و دیگر اشیاء ساختہ بود و آن ماہ تا مدت دو ماہ ہر شب از چاہی کہ در پایین کوہِ سیام بود بر می آمد و تا چہار فرسنگ نورش می رسید و نخشب نام شہری است در ملک ماوراء النہر۔ از نخشب تا تا سمرقند سہ روزہ راہ است و از ان چاہ تا نخشب دو فرسنگ است[۵]۔"

اس مصنوعی چاند کے موجد نے اپنے شعبدوں کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو اپنا پیرو کار بنا لیا تھا جنھوں نے اپنی باغیانہ اور کج فہمیوں کے تحت خلیفہ مہدی عباسی کی فوجوں کو ایک طویل عرصے تک پریشان کر رکھا تھا۔

الغرض ضیار نخشبی اپنے اسی تاریخی وطن سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ لیکن کب اور کن حالات کے تحت ہمارے اس ملک میں تشریف لائے؟ اس کی صراحت یا ان کے دیگر حالاتِ زندگی سے متعلق کسی فارسی کی تاریخی یا تذکرہ کی کتاب میں

---

۵۔ لغت نامہ دہخدا، شمارہ مسلسل ۱۹۷: ص ۱۵۶۔

کوئی وضاحت نہیں پائی جاتی۔ آپ کے نام کے ساتھ جو بدایونی کی نسبت بھی ذکر کی جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں آنے کے بعد یو پی کے ضلع بدایوں ہی کو منتخب کیا تھا جہاں ۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ نخشبی نے اس ملک میں خاندان خلجی کا عہد پایا تھا۔ چنانچہ اسی خاندان کے تاجدار قطب الدین مبارک شاہ سے اپنی چند کتابوں کو معنون بھی کیا ہے۔ یہ وہی شاہ ہے جس نے امیر خسرو کو کتاب "نہ سپہر" کے عوض میں ہموزن فیل زر مرحمت کیا تھا اور جس کی شان میں امیر خسرو نے مدحیہ اشعار بھی کہے تھے۔ یہ بد قسمت بادشاہ خود اپنے محبوب غلام (جو بعد میں وزیر) مسمّیٰ خسرو کے ہاتھوں ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء میں شہید ہوگیا۔ صرف چار سال چند ماہ تک ہی حکمرانی کرسکا۔ خسرو اپنے آقا کو شہید کرنے کے بعد خود ناصر الدین خسرو شاہ کے لقب سے تخت دہلی پر قابض ہوا لیکن اس نمک حرام اور بدبخت غلام کی یہ سفاکی اسے راس نہیں آئی۔ چنانچہ پانچ ماہ بعد ہی تغلق شاہ نے خسرو شاہ کو قتل کر کے سلطنت دہلی کی زمام اپنے ہاتھ میں سنبھال لی۔ ان حوادث کی پوری تفصیل ہندوستان کی کئی فارسی تاریخوں میں مرقوم ہے۔ یہاں صرف مسٹر طامس ولیم بیل کی جامع اور مختصر تحریر ذکر کی جاتی ہے:

> "مبارک شاہ وزیری داشت خسرو نام کہ ہم غلام و معشوقِ او بود۔ آن نمک حرام بادشاہ را بتاریخ ۵ ربیع الاول ۷۲۱ھ شہید ساختہ بر تخت دہلی نشست و ملقب بناصرالدین خسرو شاہ گردید۔ مدت سلطنت مبارک شاہ چہار سال و دو ماہ بود۔ خسرو شاہ نیز بعد حکومت پنج ماہ مقید گشتہ کہ از حکم غازی ملک کہ عبارت از تغلق شاہ است بتاریخ سی ام ماہ رجب

سال مذکور کشتہ شد۔ وتغلق شاہ بادشاہ دہلی گردید"۔[1]

یہی وہ پُرآشوب اور فتنہ کا دور تھا جب ضیا نخشبی نے ہندوستان کے شہر بدایوں میں گوشۂ تنہائی اختیار کی اور آخر حیات تک ذکرِ خداوندی اور اپنی تصنیفی کاوشات میں مشغول رہے، عوام اور دربارِ شاہی سے اپنے آپ کو دور رکھا۔ غالباً اسی کے باعث ان کی شہرت عوامی نہ ہو پائی اور موصوف کے قریب العہد مؤرخین و تذکرہ نگاروں کی نظروں میں لائق اعتنا نہیں بن سکے۔ کئی صدی بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (متوفی ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) نے اپنی دیدہ ریزیوں سے نخشبی کی زندگی کا ایک مختصر خاکہ اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں کھینچا ہے چنانچہ بعد کے لوگ اسی کتاب کی بدولت نخشبی سے کچھ متعارف ہوئے۔ موصوف کی مزید دینی حمیت اور علمی صلاحیتوں کو جاننے کے لئے جو ارباب فکر اور نیک بندے ضرورت محسوس کریں وہ ان کی تصنیف شدہ پائی جانے والی کتب کی طرف رجوع کریں۔

ضیا نخشبی مختلف زبانوں اور علوم وفنون پر ماہرانہ عبور رکھتے تھے جیسا کہ مختلف النوع تصنیفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح تقویٰ اور بزرگی کا جہاں تک تعلق ہے اس میں کوئی شبہ ہے اور نہ کسی کلام کی گنجائش۔ لیکن جب "کوک شاستر" جیسی کتاب کے مترجم کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ایسے پاکباز اور نیک صفت انسان کی فطرت نے کیسے یہ گوارا کیا کہ ایک فحش اور بدنام زمانہ کتاب کا ترجمہ کر کے اپنے پاک قلم کو آلودہ کریں اور تقویِ دینی و تعلیمات اسلامی کی وہ کونسی شق تھی جس نے اس جرأت پر آمادہ کیا؟ چونکہ عام طور پر موصوف کو ایک صوفی کی صورت میں جانا پہچانا جاتا ہے اس لئے فرقۂ تصوف کے مومنین و معتقدین موصوف کی ہر فکر اور قلم سے نکلے ہوئے

---

[1] مفتاح التواریخ: ص ۲۰ - ۱۱۹۔

ہر نقطہ کی عجیب و غریب توجیہات کریں گے ۔ نخشبی کی بعض اور کتابیں بھی محل نظر ہیں لیکن حالات اور مواقع کے پیشِ نظر دامنِ قلم کو سمیٹنا پڑ رہا ہے ۔ البتہ "سلک السلوک" کا جو اردو ترجمہ "موتیوں کی لڑی" سامنے ہے اس میں تصوف کے کیسے کیسے گل کھلے ہوئے ہیں؟ دل چاہتا ہے کہ اُن کی بو ناظرین برہان تک بھی پہونچے اور سنجیدگی کے ساتھ اس بو پر غور کریں :

(۱) "غوث کی دعا کسی حال میں رد نہیں ہوتی جب وہ (غوث) کسی بات پر اَڑ جاتے ہیں اور ضد کر بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا کرتے ہیں" (ص ۱۳۹) ۔

(۲) (حضرت سفیان ثوری کے سلسلے میں) "آپ فرماتے تھے کہ مالِ حرام سے اگر صدقہ کیا جائے گویا ناپاک کپڑا خون یا پیشاب سے طاہر کیا گیا" (ص : ۱۳۵)

(۳) "رابعہ بصری جب پہلے پہل کعبہ کو چلیں، کعبہ ان کے استقبال کے لئے دوڑا ۔ ایک صاحبِ نظر بزرگ نے جب کعبہ کو اپنی جگہ نہ دیکھا، حیران ہوئے کہ اس کو کون اٹھالے گیا؟ ناگہاں غیب سے آواز آئی: ایک ضعیفہ دور سے کعبہ کی طرف آرہی ہے اور ابھی راہ ہی میں ہے، ہم نے کعبہ کو اس کے استقبال کے لئے بھیجدیا" (ص : ۱۷) ۔

(۴) "خواجہ ابوالحسن خرقانی کہا کرتے تھے، خدایا دو ضدیں میری پوری کرنا ۔ ایک یہ کہ قبضِ روح کے لئے میرے پاس ملک الموت نہ بھیجنا، ناحق مجھ سے جھگڑا ہو پڑے گا کیونکہ میں نے اُس سے جان نہیں پائی کہ اس کو پھیر دوں، تو نے دی ہے تو ہی مانگ اور دیکھ

کرمیں کیسی ہنسی خوشی سے واپس دیتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ قبر میں نکیرین تشریف نہ لائیں، نہ سوال و جواب کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ میں ایک بار جواب دے چکا ہوں جب کہ "الست بربکم قالوا بلیٰ" کا امتحان لیا گیا تھا وہی جواب میرا اب بھی ہے"۔ (ص: ۵۹)

(۵) ایک درویش دریا کے کنارے صومعہ میں رہتا تھا۔ اُس نے اپنی بیوی سے کہا، یہ کھانا لے جا اور دریا پار اس فقیر کو دے آ جو وہاں بیٹھا ہے۔ عورت نے کہا دریا طغیانی پر ہے، میں کیسے جاؤں؟ درویش نے فرمایا کہ دریا سے کہہ دینا، تجھ کو واسطہ دلاتی ہوں اس بات کا کہ میرے شوہر نے کبھی مجھ سے مجامعت نہیں کی، تو مجھے راہ دیدے۔ عورت نے ایسا ہی کیا، دریا کا پانی پھٹ گیا اور عورت اس پار پہونچ گئی، فقیر کو کھانا کھلایا اور کہا میرے شوہر نے آتے وقت اس ترکیب سے مجھے اتارا تھا، اب میں کیونکر اُس پار جاؤں؟ فقیر نے کہا پانی سے کہہ دے کہ بحرمت اس فقیر کے جس نے تیس برس سے کھانا نہیں کھایا ہے رستہ دیدے۔ عورت نے یہی کہا اور بدستور پانی پھٹ گیا۔ وہ اپنے شوہر کے پاس آئی اور کہا برسوں سے تو میرے ساتھ صحبت کرتا ہے اور اُس فقیر نے میرے سامنے کھانا کھایا۔ پس تم دونوں جھوٹے ہو اور دونوں کا پیام دریا کے نام غلط تھا مگر باایں ہمہ دریا نے راہ دیدی۔ درویش نے کہا ہم دونوں سچے ہیں۔ میں نے کبھی تیرے ساتھ ذوق شہوت سے صحبت نہیں کی بلکہ صرف تیرے ادائے حق کے لئے۔ اسی طرح اُس فقیر نے تیس برس سے

بتقاضائے نفس کھانا نہیں کھایا مگر قوت طاقت کے لیے۔"

(ص : ۵۲ - ۵۱)

ان مذکورہ اقتباسات کے پہلو بہ پہلو کتاب "مسلک السلوک" میں اسلام کی فطری اور سلجھی ہوئی ہدایات اور آنحضورؐ کے بے لاگ فرمودات پر جب نظر پڑتی ہے تو دونوں میں تضاد ہی تضاد پایا جاتا ہے۔ یہ چند باتیں جو تنقید کی شکل میں زیر تحریر آئیں ممکن کیا یقین ہے کچھ بزرگوں کو ناگوار گذریں گی۔ تو ایسے مشفقین سے عرض ہے کہ تصوف ایک نہایت ہی مقدس نظریۂ حیات ہے جس پر ہر اہل علم کو اپنی اپنی فکر کے مطابق خیال ظاہر کرنے کا حق ہے۔ اس سے زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن اس اظہار کے بغیر چارہ نہیں کہ بیجا عقیدت میں غیر فطری اور انہونے اقوال و واقعات دور جاہلیت کے لیے موزوں تو ضرور ہو سکتے ہیں لیکن اب موجودہ صدی میں جبکہ ہر قصبہ اور شہر میں علم و فن کی شمع روشن ہے اور جس کی بدولت لوگ سمجھنے اور ہر چیز کو پرکھنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں ان غیر فطری کرامات پر یقین کرنے سے قاصر ہیں۔

(باقی آئندہ)